کہ خاندانی مسلمانوں میں بھی اس جیسی اطاعت احکام خدا و رسولؐ اور صحیح فرمانبرداری کی مثال نہیں ملتی۔ تو الاسلام یھدم ما کان قبلہ کے مطابق نفرت وحقارت اور بغض و عداوت کی ساری بنیاد ختم ہوگئی۔ اور اب ارشادِ خداوندی اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ۔ اور ارشادِ نبوی ان اولیائی اِلَّا المتقون مَنْ کانوا و اینما کانوا۔ کے مطابق وہ مسلمانوں کی برادری اور ان کی ولایت و محبت کے دائرہ میں داخل ہوگئی تھی۔ انگریز ہونے کی نسلی حیثیت اور انگلینڈ کی پیدائش کی وطنی حیثیت اس ایمان کی وجہ سے اب باقی نہیں رہی۔ لہٰذا اس کے ساتھ اس کی خواہش بلکہ شدید اصرار کی بنا پر سنت نبویؐ کے مطابق نکاح کرنا صرف "شادی رچانا" نہیں تھا۔ بلکہ سنتِ نبویؐ کی پیروی اور موجب ہزار اجر و ثواب تھا۔ اور کسی پہلو سے یہ اعتراض کی بات نہیں۔ اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسئلہ کو ذرا اچھی طرح واضح کرنے کے لئے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی ایک مثال بھی پیش کر دوں۔ اور اس مثال پیش کرنے سے مقصد صرف یہ ہے۔ کہ بڑے سے بڑے دشمنِ اسلام اور مبغوض قوم کی کوئی خاتون اگر اسلام قبول کر کے مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو جائے تو اس کے ساتھ نکاح کرنا قابلِ اعتراض ہرگز نہیں۔ اور نہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نکاح کرنے والے نے اس دشمن اور مبغوض قوم کی عداوت کو دوستی سے بدل دیا اور وہ کافر قوم اب مبغوض اور قابلِ نفرت نہ رہی۔ قرآن مجید میں یہودیوں کے بارے میں صاف ارشاد ہے: لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَھُوْدَ والذین اشرکوا۔ اور پھر یہودیوں کی پوری تاریخ بھی اس پر شاہد ہے۔ کہ مدینہ منورہ اور خیبر کے یہودی اسلام اور مسلمانوں کے سخت ترین دشمن اور بدخواہ تھے۔ اور وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کیسی مکروہ ترین سازشیں کرتے رہے۔ ان کے مقابلہ میں جہاد کر کے بہ زور شمشیر اُن کو مغلوب و مقہور کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ لیکن جب اُس مغضوب و مبغوض دشمنِ اسلام و مسلمین قوم کے ایک بڑے سردار کی بیٹی اور دوسرے بڑے سردار کی بیوی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غزوۂ خیبر کے موقع پر مسلمانوں میں آکر شامل ہوئی

سلہ مرحومہ کے قریبی عزیز مولانا عبداللہ کاکاخیل مدرس مدرسہ نیوٹاؤن کراچی جو مولانا عزیز گل مدظلہ کے بھتیجے اور مولانا عبدالحق صاحب نافع مرحوم کے صاحبزادہ ہیں انہوں نے اپنی چچی صاحبہ مرحومہ کی زبانی اسلام لانے کی کہانی ان الفاظ میں قلمبند فرمائی جس سے حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہٗ کے بارہ میں مرحومہ کے تاثرات بھی معلوم ہو جاتے ہیں:-

چچی صاحبہ مرحومہ نے اپنی حیات میں مجھے اپنے قبولِ اسلام اور اس کے بعد کی ازدواجی زندگی

اور اسلام سے آئی۔ تو خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی دینی مصلحتوں اور حکمتوں کے پیش نظر حضرت صفیہؓ کے ساتھ نکاح کر کے اس کو ازواج مطہرات کے مقدس گروہ میں شامل فرمایا۔ اس کی انتہائی حوصلہ افزائی اور قدر افزائی فرمائی۔ مودت و رحمت کے ساتھ اس سے

کا قصہ زبانی سنایا تھا، اس قصے کے جو اجزاء مجھے اپنے خیال کے مطابق یقینی طور پر یاد ہیں سپرد قلم کرتا ہوں۔

چچی صاحبہ نے جنکو ہم سب "مدر" کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ فرمایا کہ مجھے بچپن کے زمانہ ہی سے موجودہ عیسائی مذہب کی حقانیت میں شبہ ہونے لگا تھا۔ بائبل پڑھ کر طرح طرح کے اعتراضات میرے دل میں پیدا ہوتے تھے۔ جو بسا اوقات ایک عجیب قسم کی بے چینی اور بے اطمینانی کا بھی باعث بن جاتے تھے، لیکن میں جب اپنی والدہ سے اس قسم کے شکوک و شبہات کا ذکر کرتی، تو وہ ڈرا دھمکا کر مجھے خاموش تو کر دیتی مگر دلیل و برہان سے کبھی اس نے مجھے مطمئن کرنے کی کوشش نہ کی اور نہ وہ مطمئن کر سکتی تھی۔ جوں جوں عمر بڑھتی گئی میرے اس یقین میں اضافہ ہوتا گیا کہ جس دین کو ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لایا ہوا برحق سماوی دین سمجھ کر قبول کئے ہوئے ہیں وہ بڑی حد تک اپنی حقانیت کھو چکا ہے۔ تحریف کے ہاتھوں سے وہ محفوظ نہیں رہ سکا اور اس مقدس وحی میں بشری اذہان کے پیدا کردہ افکار و خیالات اور خود ساختہ حکایات و بیانات کی اس قدر آمیزش ہو گئی ہے۔ کہ حق و باطل اور صدق و کذب کی تمیز ہی مشکل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ میں نے اس دین کو چھوڑنے کا فیصلہ کر کے حق کی تلاش شروع کر دی، مشرف بہ اسلام ہونے سے قبل میں نے کئی ایک مذاہب کا قریب سے جائزہ لیا، بعض مذاہب میں تو ریاضت اور مجاہدات کے مراحل بھی بڑی حد تک طے کر لئے لیکن کسی بھی مذہب سے قلب کو اطمینان نصیب نہ ہوا اور حق کی تلاش بدستور جاری رہی، یہاں تک کہ اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کیلئے میں نے انگریزی زبان میں مترجم قرآن مجید کا مطالعہ کیا اور پہلی بار کے مطالعہ ہی میں مجھ پر اسلام کی حقانیت منکشف ہو گئی اور میرے دل نے یہ فیصلہ کر لیا کہ یہی وہ آخری دین ہے، جس کو قبول کرنے کے بعد مزید تلاش و جستجو کی کوئی حاجت نہیں رہے گی۔ قرآن مجید کے بعض حقائق کو سمجھنے میں میری وہ ریاضت اور مجاہدات ممد ثابت ہوئے، جن کے مراحل میں نے بعض دوسرے مذاہب کی روشنی میں طے کئے تھے ـــــ قرآن مجید کے مطالعہ کے بعد اسلام کے معتقدات،

پیش آتے۔ اور نسلاً بنو اسرائیل کی یہ خاتون جو خیبر کی رہنے والی یہودیہ تھی قبول اسلام کے بعد ام المومنین بن گئی۔ اور آج ہمارے لئے شرعاً ضروری ہے کہ اس کا انتہائی احترام کریں۔ اور اس کا نام نامی عزت و تکریم کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ساتھ ملا کر لیا کریں۔ اگر آج کوئی بدبخت مستشرق یہ گستاخی کر جائے۔ (نعوذ باللہ) کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تو یہودیوں سے انتہائی نفرت تھی، ان سے قتال

عبادات، معاملات اور اخلاق کا اجمالی طور پر علم تو ہوا لیکن ان کی تشریح و تفصیل سمجھنے کے لئے میری طلب ابھی جاری تھی، نیز مجھے یہ اطمینان حاصل کرنے کیلئے بھی دین کے راسخ علماء کے پاس جانے کی ضرورت تھی کہ اسلام کے معتقدات اور قرآن مجید کے بعض دوسرے حقائق جسطرح میں اپنے مطالعہ سے سمجھی ہوں۔ آیا وہ علماء دین کے نزدیک صحیح بھی ہیں یا نہیں۔؟ چنانچہ اس مقصد کیلئے میں نے منگلور سے بعض مسلمانوں کے مشورہ سے دیوبند کا رخ کیا۔ دیوبند کے کسی خاص عالم یا بزرگ کا نام پہلے سے معلوم کر کے میں نہیں گئی تھی بلکہ دارالعلوم دیوبند پہنچ کر میں نے یہ دریافت کیا کہ یہاں کے سب سے بڑے عالم دین کون ہیں جن کے پاس جا کر میں دین کے کچھ معلومات حاصل کر سکوں۔؟ اتفاق سے جس شخص سے میں نے یہ دریافت کیا تھا وہ حضرت میاں اصغر حسین صاحب مرحوم کے عقیدتمند یا مرید تھے، وہ مجھے علماء کی ایک مجلس میں لے گئے جہاں حضرت میاں صاحب مرحوم اور ان کے علاوہ اور بہت سے علماء تشریف فرما تھے۔ میرے ساتھ میری جواں بیٹی بھی تھی۔ اس شخص نے حضرت میاں صاحب کیطرف اشارہ کیا۔ کہ آپ ان کے پاس چلی جائیں یہ بہت بڑے عالم اور بزرگ ہیں۔

میری نگاہ اچانک شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی مرحوم پر پڑی جو اس وقت بالکل ایک غیر نمایاں جگہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اگرچہ اس وقت تک مجھے ان کے کچھ زیادہ حالات معلوم نہ تھے۔ صرف ان کا نام ہی سنا تھا۔ لیکن تمام حاضرین مجلس کے مقابلہ میں ان کی عظمت اور شان میرے دل میں زیادہ جاگزیں ہوتی، شاید میرے قبل از اسلام کے مجاہدات کو بھی اس ادراک میں کچھ دخل ہو، ویسے مجھے جس چیز نے اول وہلہ میں زیادہ متاثر کیا وہ حضرت مدنی مرحوم کی ایک خاص ادا تھی۔ اور وہ یہ کہ جب ان علماء کرام نے ہم دونوں (ماں، بیٹی) کو بے پردہ دیکھا تو کسی نے منہ پر چادر ڈالی، کسی نے منہ دوسری طرف موڑا اور کسی نے اعراض کا کچھ اور طریقہ اختیار کیا، لیکن حضرت مدنی تھے کہ انہوں نے اس قسم کی کوئی حرکت نہیں کی صرف اپنی نگاہیں نیچی کر لیں۔ اور نہایت وقار اور سکون کے ساتھ اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ ہمیں اس وقت کچھ یوں محسوس ہوا کہ اس ایک شخص کے علاوہ

کیا۔ ان کو قتل کیا۔ ان کو مغضوب علیہم قرار دیا۔ تو پھر ایک یہودیہ عورت سے نکاح کیوں کیا" تو کیا یہ اس کا فضول بکواس اور تمام اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرکے بیہودہ اعتراض نہ ہوگا۔ یقیناً یہ اعتراض بالکل فضول، سراسر لغو اور اسلام کی تعلیمات سے بالکل جہالت، یا پھر خالص بغض وعناد اور کینہ وحسد پر مبنی ہوگا۔ اسلام قبول کرنے اور ازواج مطہرات کے زمرہ میں شامل ہوجانے کے بعد حضرت صفیہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کیا قدر و منزلت تھی۔ اس کی جھلک اُن روایات میں دیکھی جاسکتی ہے۔ جو کتب احادیث اور

بقیہ حضرات ہمیں نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حالانکہ اگر انکو ہمارے مسلمان ہونے کا علم نہیں تو ایک انسان ہونے کی حیثیت سے بھی سلوک احترام کا ہونا چاہئے تھا۔ دین کے احکام سے تفصیلی واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے ہم یہ نہ سمجھ سکیں کہ ان میں سے ہر شخص نے غیر محرم اور بے پردہ عورتوں سے نگاہ بچانے کیلئے اپنا اپنا طریقہ اختیار کیا ہے۔ بہرحال دل یہی کہہ رہا تھا کہ ہمیں اسی بزرگ (حضرت مدنیؒ) کی خدمت میں ہی حاضر ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ہم دونوں ان کے پاس جاکر کھڑی ہوگئیں۔ حضرت نے جو کہ غضِّ بصر کئے ہوئے تھے، دریافت فرمایا کہ آپ اسلام قبول کرنے کے لیئے آئی ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں، اسلام تو میں قبول کرچکی ہوں، میں اپنے اسلام کا امتحان دینے کے لئے آئی ہوں کہ آیا میں نے کس حد تک قرآن مجید کو صحیح سمجھا ہے؟ نیز قرآن پاک کے جو مجمل احکام تفسیر وتشریح کے محتاج ہیں ان کے معلومات حاصل کرنا بھی میرا مقصد ہے۔

حضرت نے مجھ سے میرے اسلامی معتقدات کے بارے میں چند سوالات کئے اور میں نے ان کے جوابات دئیے حضرت نے تواضعاً فرمایا کہ آپ مجھ سے اچھی مسلمان ہیں۔ پھر حضرت نے کلمہ شہادت کی تلقین ایک ایک لفظ کرکے عربی زبان میں کرادی، اختصار کے ساتھ دین کے کچھ احکام اور حقائق بیان فرمائے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! کیا جنّت جانے کیلئے آپ سے بیعت مفید ثابت ہوگی؟ ہنسنے لگے اور فرمایا کہ: "شاید" پھر میں نے بیعت کی درخواست کی جو حضرت نے اپنی چادر پکڑا کر بیعت کرادی۔ اس وقت میرے دل کی عجیب کیفیت تھی۔ اور حضرت مدنیؒ کی عقیدت کچھ اس طرح دل میں جاگزیں ہوئی کہ میری نگاہوں میں اس وقت سے انسانوں میں ان سے عظیم تر انسان کوئی اور نہ تھا۔

اتنے میں کھانے کا وقت ہوا، حضرت نے فرمایا کہ آپ دونوں ہماری مہمان ہیں، لیکن جس دین کو آپ قبول کرچکی ہیں اس کے احکام میں سے یہ بھی ہے کہ غیر محرم عورتوں کے ساتھ اختلاط جائز

کتب سیر و تواریخ میں اس کے حالات کے ضمن میں لکھی ہوئی ملتی ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حجرؒ نے اپنی مشہور کتاب الاصابہ میں طبقات ابن سعد کے حوالہ سے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ کہ حضرت صفیہؓ جب خیبر سے مدینہ منورہ تشریف لائیں اور اس کو حضرت حارثہؓ بن النعمان کے گھر ٹھہرایا گیا اور انصار مدینہ کی عورتوں نے اس کے حسن و جمال کا شہرہ سنا۔ تو وہ اس کا حسن و جمال دیکھنے آئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی نقاب اوڑھ کر اس کو دیکھنے کیلئے وہاں تشریف لے آئیں۔ جب دیکھ کر باہر نکلی۔ تو جناب

نہیں ہے۔ اس لئے ہم اپنی مجلس میں آپ کو شریک کرنے سے معذور ہیں۔ اس کو آپ توہین نہ سمجھئے۔ بلکہ یہ دین کا حکم ہے۔ جس کے قبول کرنے میں ہم سب کے دین و دنیا کا فائدہ ہے۔ یہ سنکر حضرت مدنیؒ کی عظمت اور دل میں بڑھ گئی کہ یہ کس درجے کے حساس اور باریک بین بزرگ ہیں۔ دین کا حکم بتلانے میں حکمت کے کن دقیق اصولوں کا لحاظ رکھتے ہیں۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ دین کا حکم سمجھایا بلکہ ہماری نفسیات کا بھی کتنا خیال رکھا! الغرض ان کی ایک ایک ادا سے اخلاق اسلامی کا وہ مجسم نمونہ ثابت ہو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! اس بات کی آپ فکر نہ کیجئے کہ ہم مجلس سے علیحدگی کو ناگوار محسوس کریں گی۔ اگر ہمیں اسلام کا یہ حکم نہ بھی بتلایا جاتا تو طبعاً بھی ہمیں یہ گوارا نہ تھا کہ آپ کے ساتھ بیٹھ کر ایک ہی تھال میں سب ہاتھ ڈال کر اکٹھے کھانا کھائیں۔ ہمارا ابھی وہ تزکیہ نہیں ہوا ہے۔ اور نہ ہی توکل کا وہ مقام ہمیں حاصل ہے کہ طبی ہدایات سے چشم پوشی کر کے جراثیم کے متعدی ہو جانے سے بالکل بے خوف و خطر بن جائیں۔ دین کے حکم ہونے کے علاوہ ہماری طبیعت کا تقاضی بھی یہی ہے کہ ہم الگ کھانا کھائیں۔ چنانچہ ہمارے کھانے کا علیحدہ انتظام ہوا۔

حضرت مدنیؒ نے میرے مستقل تعلیم دین کا یہ انتظام فرمایا کہ تمہارے عم محترم (مولانا عزیز گل مدظلہٗ) کو جو منگلور سے چند میل کے فاصلہ پر رڑکی کے ایک مدرسہ میں صدر مدرس تھے اس بات پر مکلف کیا کہ وہ ہفتہ میں ایک دوبار مجھے دین کے احکام سمجھایا کریں، چنانچہ میں ان کے مکان پر حاضری دیا کرتی تھی، اور ان کے بیوی بچوں کے ساتھ بیٹھ کر ان سے درس لیا کرتی تھی۔

ہماری تعلیم کا سلسلہ جاری تھا کہ تمہاری چچی کا مختصر سی بیماری (غالباً ولادت کی بیماری) کے بعد انتقال ہوا۔ اس حادثہ سے میری تعلیم کا متاثر ہونا بھی ایک طبعی امر تھا۔

کچھ عرصہ ایسا ہی گذرا اس کے بعد حضرت مدنیؒ نے مجھے بلا کر سمجھایا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کا نکاح سابق شوہر سے، جو اپنے کفر پر اڑا ہوا ہے، ٹوٹ چکا ہے۔ میں آپ کے دین کی بہتری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے ساتھ باہر نکل آئے۔ اور اس کو خطاب کر کے فرمایا: کیف رایتہ یاعائشۃ۔ (اے عائشہ تو نے اسے دیکھ کر کیسے پایا۔) اس نے فرمایا: رأیت یہودیۃ۔ (میں نے یہودیہ کو دیکھ لیا) آپ نے فرمایا: یاعائشہ لاتقولی ذلک فانھا اسلمت وحسن اسلامھا۔ (ایسی بات مت کہو۔ اس لئے کہ وہ یقیناً مسلمان ہو چکی ہے۔ اور بہت اچھی طرح اسلام لے آئی ہے۔) ــــ (الاصابہ ج ۴ ص ۳۴۸ زرقانی شرح المواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۲۵۹)

دوسرا واقعہ اسی ابن سعدؒ کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ ایک سفر میں حضرت صفیہؓ کی سواری کا اونٹ بیمار ہو کر سواری کے قابل نہیں رہا۔ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں ضرورت سے

اس میں سمجھتا ہوں کہ آپ ازدواجی زندگی میں آجائیں اور جس شخص کو میں نے آپ کا مربی مقرر کیا ہے اگر اس کے ساتھ آپ کا نکاح ہو جائے تو یہ آپ کے لئے بہت ہی باعث سعادت ہوگا۔ جس دین کی تعلیمات کے حصول کیلئے آپ پریشان و سرگرداں ہیں جس کی خاطر آپ نے اپنی دنیا کی ہر دولت اور ہر راحت کو قربان کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس تعلیم کا ایک مستقل انتظام ہو جائے گا۔

الغرض میرے شیخ و مرشد حضرت مدنیؒ مرحوم نے اسی نکاح کی اہمیت کو میرے دل میں کچھ اس طرح اتارا کہ مجھے یقین ہو گیا کہ میری اخروی سعادت کے لئے یہی ایک راستہ ہے۔ کہ میں اپنی آرام و آسائش کی زندگی، اپنی دولت، دنیوی وجاہت، خویش واقارب اور ملک و وطن کو خیرباد کہہ کر اس غریب اللسان کے ساتھ اپنی زندگی وابستہ کر دوں جو مجھے دنیا کی راحت تو نہیں پہنچا سکے گا۔ لیکن علم دین اور خشیت الٰہی کی دولت سے مجھے ضرور مالامال کر دے گا۔

میں نے حضرت مدنیؒ سے عرض کیا کہ مجھے اتنی مہلت دی جائے کہ میں اپنے بچوں سے جو ملک گئے ہوئے ہیں اجازت طلب کروں۔ حضرت نے اسکو تسلیم کر لیا۔ چنانچہ میں نے اپنے بچوں کو صورت حال سے آگاہ کر کے ان سے اجازت طلب کی۔ گو ان کی اجازت پر اصل مسئلے کا توقف کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔ تاہم میری خواہش یہ تھی کہ ان کی اجازت ہونے کے بعد یہ کام ہو۔ تو زیادہ بہتر ہوگا۔

اس دوران حضرت مدنیؒ نے تمہارے تایا (مولانا عزیز گل مدظلہ) کو بھی آمادہ کرنے کی کوشش کی اور جب وہ آمادہ ہو گئے تو حضرت مدنیؒ نے مجھے پیغام بھیجا کہ وہ آمادہ ہیں اور آپ بھی آمادہ ہیں۔ بچوں کے جواب میں تاخیر ہو گئی اور اصولاً ان کے جواب پر کوئی توقف بھی نہیں ہے یہ محض

زائد سواری کے اونٹ موجود تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضؓ سے فرمایا کہ صفیہ رضؓ کا اونٹ بیمار ہوکر سواری کے قابل نہیں رہا۔ اگر آپ اپنے ہاں سے ایک اونٹ اسے دیدیں تو بہتر ہوگا۔ اس نے جواب میں کہا: انا اعطی تلک الیھودیۃ۔ (کیا میں اس یہودیہ کو دوں) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ان الفاظ کے استعمال کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ناراض ہوگئے اور آپ نے ذوالحجہ اور محرم دو ماہ یا تین ماہ تک اس کے پاس آنا جانا چھوڑ دیا۔ حضرت زینب رضؓ فرماتی ہیں: حتیٰ یئست منہ (یہاں تک کہ میں آپ کی تشریف آوری سے ناامید ہوگئی) ——— (الاصابہ ج ۴ ص ۳۴۳ و زرقانی جلد ۳ ص ۲۵۹)

ترمذی شریف میں حضرت صفیہ رضؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر

تطییب خاطر کیلئے ہے۔ ہم مجلس نکاح کا انعقاد فلاں تاریخ کو کریں گے۔ آپ کو قبول کرنا ہوگا۔ اور یہ تاریخ بہت ہی قریب کی تاریخ تھی۔

یہ حکمنامہ جب وصول ہوا تو میرے لئے مزید کلام کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ مقررہ تاریخ کو نکاح ہوگیا۔ نکاح ہوجانے کے چند روز بعد بچوں کا خط آیا کہ ہماری طرف سے بالکل اجازت نہیں ہے۔ اس میں بھی قدرت کیطرف سے بہتری تھی۔ اگر ان کے جواب کا بہرحال انتظار ہی کیا جاتا اور جواب پھر نفی میں ملتا۔ تو حضرت مدنی رحؒ کے حکم پر عمل کرنے میں جو خود میری ہی سعادت کا باعث تھا۔ مزید مجاہدہ کی ضرورت پیش آتی۔

یہ تمام تفصیلات میں نے تائی صاحبہ سے خود سنی ہیں۔ غالباً حضرت مدنی رحؒ قدس سرہ کی ترغیب و تحریض کے بعد جب وہ نکاح کیلئے آمادہ ہوئی ہوں گی تو انہوں نے یہ خط و کتابت کی ہوگی جس کا تذکرہ حضرت مفتی صاحب نے کیا ہے۔

یہ چونکہ میری پیدائش سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اس لئے اس کی بعض تفصیلات معلوم کرنے میں میں بھی اپنے اساتذہ کی معلومات کا محتاج ہوں۔ استاذ محترم حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی تحریر میں چونکہ یہ بات نہیں آئی تھی کہ اس نکاح کے اصل محرک شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ العزیز تھے۔ اس لئے اس اہم جزو کا میں نے اضافہ کر دیا۔ اور اختصار ذکر کرنے کی بجائے مناسب یہی معلوم ہوا کہ مرحومہ کی زبانی بیان کردہ قصہ اپنے الفاظ میں پیش کر دوں۔ گو اس میں کچھ تطویل، بے ربطی اور تکرار بھی ہو جائے۔ (عبداللہ کاکاخیل)